عورت کی دیت

قرآن مجید، احادیث نبوی، اور اجماع امت کی روشنی میں

حضرت مولانا عبدالسلام کیلانی صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی

قرآن مجید اگرچہ مرد و زن انسانی معاشرہ کے دو اہم اور بنیادی ستون ہیں اور اس اعتبار سے ہر ایک کی حیثیت اپنی جگہ مسلم اور ناگزیر ہے لیکن تواریخ عالم میں سے اگر کوئی بھی تاریخ اٹھا کر دیکھ لی جائے تو معلوم ہو گا کہ زمانہ ماقبل اسلام میں عورت کی اس حیثیت و اہمیت کا ہمیشہ انکار کیا گیا اور اسے بنیادی انسانی حقوق سے محروم رکھا گیا۔ تاریخ روم، تاریخ ہند، تاریخ ایران تاریخ عرب حتی کہ مدعیان حق نبوت (یہود و نصاریٰ) ان میں سے کسی تاریخ کا بھی مطالعہ کر لیا جائے تو یہ امر واضح ہو جائے گا کہ ان لوگوں میں عورت کی کیا حیثیت تھی۔ ان تمام معاشروں میں عورت کی حق تلفی کی گئی۔ اور مرد کی بالادستی مانی گئی۔

لیکن جب اسلام آیا تو عورت کے متعلق ان جاہلانہ نظریات کے خلاف اس نے آواز بلند کی۔ عورتوں کے حقوق کا تعین کیا۔ اور پھر ان کو پورا پورا تحفظ دیا۔ ایسے قوانین وضع کیے جن کے تحت عورت کی نہ صرف حمایت کی گئی بلکہ عورت کی مذہبی معاشرتی اور سماجی حیثیت کو بھی ہر اعتبار سے اجاگر کر دیئے بعض معاملات میں تو عورت کی اس قدر حمایت کی گئی کہ اسے ہر ممکنہ ابتلا سے بچایا اور مرد کو اس میں ڈال دیا۔ میدان جنگ میں جانے سے عورت کو محفوظ رکھا مگر مرد کو میدان کارزار سے بھاگنے پر غضب الٰہی کا مستحق ٹھہرایا۔ حمل، عدت، اضاع اور ولادت میں ایک عورت کی گواہی کو کافی سمجھا۔ اسی طرح قصاص نفس میں عورت اور مرد کے خون کو برابر قرار دے دیا۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے سب سے پہلے اعلان کر دیا کہ۔

ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام شرعی احکامات میں عورت مرد کے مساوی اور برابر درجہ رکھتی اگر بعض مسائل میں عورت کو اہمیت دی ہے تو کئی دیگر مسائل میں مرد کو عورت پر ترجیح دی ہے۔ جیسا کہ وراثت کے مسئلہ میں اگر بہن بھائی وارث بن رہے ہوں تو عورت کی بہ نسبت مرد کو دگنا حصہ دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ وللذکر مثل حظ الانثیین

اگرچہ اس قاعدہ کی رو سے بعض اصول میں مرد عورت سے بھی کم حصہ وصول کرتا ہے۔ لیکن اصول یہ ہی ہے کہ مسئلہ وراثت میں عورت کا حصہ مرد سے کم ہے۔

اسی طرح مالی معاملات میں عورت کی گواہی مرد سے نصف رکھی گئی۔ جس کی وجہ عموماً مرد کی بہ نسبت عورت کا نسیان میں مبتلا ہونا زیادہ اغلب ہے اور یوں بھی عورت مرد کے مقابلے میں زیادہ بے وجہی کا شکار ہوتی ہے۔ عورت کی دیت کا مسئلہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ کہ وہ بھی مرد کے مقابلہ پر آدھی رکھی گئی ہے۔ ہماری بعض معزز خواتین نے اسلامی احکام و مسائل کی اس تقسیم کو چونکہ نظر انداز کر دیا ہے لہٰذا وہ اس مسئلہ میں بیان بازی، مناظرے اور چیلنج پہ اتر آتی ہیں۔ بعض مقامات پر تو انہوں نے اپنے غلط موقف کے حق میں جلوس نکالے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ غور فرماتی تو انہیں یہ غلط اقدامات اٹھانے کی قطعاً ضرورت نہ پیش آتی۔ ان معزز خواتین نے جو روش اختیار فرمائی ہے اس سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلام کو مجبور کر رہی ہیں کہ انہیں مرد سے زیادہ اہمیت دے اور اس طرح انہوں نے غیر شعوری طور پر اس مذہب سے ہی جھگڑا شروع کر دیا ہے جس نے انہیں قعر مذلت سے نکال کر اوج ثریا تک پہنچایا تھا۔ اگر سلسلہ نبوت جاری ہوتا تو ممکن ہے کوئی پیغمبر آکر ان کی داد رسی کرتا یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ اس ناشکری مخلوق کو پہلے سے عطا کردہ حقوق بھی چھین لیتا اور یہ دوبارہ اسی قعر مذلت مذلت میں جا گرتیں جہاں سے انہیں سرورِ دو جہان رحمۃ للعلمین نے آج سے چودہ سو برس نکالا تھا۔

افسوس اور صد افسوس اس بات پر ہے کہ ہمارے بعض محترم علماء بھی اس بات پر مصر نظر آتے ہیں کہ ہر حال میں عورتوں کی حمایت کی جائے اور اگر اس سلسلہ میں پہلے سے کوئی بات طے پا چکی ہے اور اس پر امت کا اجماع ہو چکا ہے تو اس سے بھی اختلاف کر کے کسی نہ کسی طرح عورتوں کی خوشنودی حاصل کی جائے۔ ان علمائے کرام کا دعویٰ ہے کہ انہیں پہلے سے موجود اتفاق سے اختلاف کا پورا پورا حق حاصل ہے مگر یہ بزرگ یہ اصولی بات بھول جاتے ہیں۔ کہ شرعی فیصلے کو توڑنے والے کی حیثیت بھی تو شرعی لحاظ سے وہی ہونی چاہیے۔ جو اس سے قبل پہلا فیصلہ نافذ کرنے والے کی تھی۔

لیکن چونکہ ان کی شرعی حیثیت وہ نہیں لہٰذا ہم ان علمائے کرام کو بصد ادب مشورہ دیں گے۔ کہ وہ اپنے موقف پر نظر ثانی فرمائیں اور اس کے ساتھ ہی ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں رجوع الی الحق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قرآن مجید کی تین آیات اس مسئلہ میں واضح طور پر راہنمائی کرتی ہیں۔ جب کہ ہمارے بعض معاصرین سورۂ نساء کی ایک آیت ہی کو سامنے رکھتے ہیں۔ جس کے مطابق وہ کہتے ہیں۔

"مومن کسی مومن کو غلطی سے ہی قتل کرسکتا ہے اور قتل خطاء کی صورت میں کفارہ کے علاوہ دیت کا ذکر ہے۔ اور دیت کا لفظ شروع میں سو اونٹوں پر ہی بولا جاتا ہے اور لفظ مومن چونکہ مرد و زن دونوں کو شامل ہے اس لیے عورت کی دیت بھی وہی ہوگی جو کہ مرد کی دیت ہے مرد کی دیت چونکہ سو اونٹ ہے اس لیے عورت کی دیت بھی سو اونٹ ہوگی"۔

اب اگر ہمارے معاصرین اسی ایک آیت کو لے کر بیٹھ جائیں اور باقی دو آیات کو چھوڑ جائیں تو یہ ان کی کمزوری اور ناانصافی ہے۔

پہلے قرآن مجید کی یہ آیت (سورۂ بقرہ) ملاحظہ ہو۔

یاایھا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ فمن عفی له من اخیه شئی فاتباع بالمعروف واداء الیه باحسان ذالك تخفیف من ربکم ورحمة فمن اعتدی بعد ذالك فله عذاب الیم ولکم فی القصاص حیوٰة یااولی الالباب لعلکم تتقون (سورۃ بقرہ - آیت ۱۷۸)

اے ایمان والو! حکم ہوا تم پر بدلہ برابر مارے گیوں میں۔ صاحب کے بدلے صاحب، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔ پھر جس کو معاف ہوا۔ اس کے بھائی کی طرف سے کچھ ایک تو چاہیے۔ مرضی پر چلنا موافق دستور کے اور پہچانا اس کو بھائی کی طرف سے کچھ ایک تو چاہیے مرضی پر چلنا موافق دستور کے اور پہچانا اس کو نیکی سے یہ آسانی ہوئی تمہارے رب کی طرف سے اور مہربانی۔ پھر جو کوئی زیادتی کرے بعد اس کے اس کو دکھ کی مار ہے اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے اے عقلمندو! شاید تم بچتے رہو۔ (ترجمہ از مولانا شاہ عبدالقادر)

اس آیت کی تشریح سے پہلے سورۂ مائدہ کی آیت پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف، والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص فمن تصدق به فھو کفارۃ له ومن لم یحکم بما انزل الله فاولٓئك ھم الظلمون۔

اور لکھ دیا ہم نے ان پر اس کتاب میں کہ جی کے بدلے جی، اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ برابر، پھر جس نے بخش دیا تو اس وہ پاک ہوا اور جو کوئی حکم نہ کرے اللہ کے اتارے پر سو وہی لوگ ہیں بے انصاف۔

(از مولانا عبدالقادر)

آیت بقرہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ قتل عمد میں یا تو قصاص ہے یا معافی، اس سے عام کہ وہ معافی کلی ہو تو بالکل ہی چھٹی ہوگئی یا معافی جزوی ہوگئی جو سمجھوتہ ہو جائے اس پر فیصلہ ہو جائے۔ خواہ

وہ دیت سو اونٹ ہوں یا اس سے کم و بیش (علی اختلاف عند البعض) تو یہاں پر بدل قتل عمد میں اختیار دے دیا گیا کہ فریقین جو بھی سمجھوتہ کر لیں۔ لیکن یہ اشارہ فرما دیا کہ مقتولین اور قاتلین تین گروہ ہیں ۔

آزاد بدلے آزاد کے
غلام بدلے غلام کے } یعنی سمجھوتہ کرتے وقت دیکھ لو کہ ان کی مالی قیمتوں میں فرق ہے۔
عورت بدلے عورت کے

آیت مائدہ میں ہر جان کے بدلے جان کے قصاص کا تذکرہ ہے۔ اسی طرح ہر عضو کے بدلے میں عضو کا، لیکن گروہ بندی کا ذکر تک نہیں ۔ آیت نساء میں قتل خطاء کا تذکرہ فرماتے ہوئے دیت کا ذکر فرمایا یعنی غلطی سے قتل کر دینے پر خون کا بدلہ خون سے نہیں بلکہ اس کے عوض سے ہوگا۔ جسے دیت سمجھا جائیگا۔ اب اگر آیت بقرہ میں غور کریں تو بادی النظر میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو قصاص میں یہ تینوں گروہ آپس میں مدمقابل ہیں اور نہ ہی بدلِ قتل اور دیت میں لیکن چونکہ سورۂ مائدہ میں قصاص کا دستور جان کے بدلے جان کے قانونِ قصاص سے مرتب ہے تو معلوم ہوا کہ یہ گروپ بندی قصاص کے لیے نہیں بلکہ صرف بدل صلح یا دیت کے لیے ہے۔ یا آسان لفظوں میں جان کے مالی عوض میں فرق رکھا گیا ہے۔ اور یہ بات اس لیے بھی قرینِ قیاس ہے کہ کمانے کی صلاحیتوں میں تمام مخلوقِ خدا بالعموم اور بالخصوص یہ تینوں گروہ برابر نہیں ہیں ۔ اگر کوئی شاذ و نادر مثالیں اس قانونِ عمومی سے خارج بھی ہو تو بھی وہ قانون کی زد سے بچ نہیں سکتیں کیونکہ قانون وضع کرتے وقت اللہ تعالےٰ کے فیصلے، اور سنتِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے تحت اکثر افراد کو سامنے رکھا جاتا ہے ۔ شاذ مثالوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے للاکثر حکم الکل ۔

اور سورۂ نساء کے بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ قتل خطا ہو تو دیت جو کہ شرع محمدیہ کی طرف سے متعین ہوگی۔ لیکن جب سورۂ بقرہ کے حوالے سے یہ پتہ چلا کہ قتل کے مالی بدل میں جہاں کہ عمداً تھا ان تینوں گروہوں کا خیال کیوں نہ رکھا جائے گا ۔

باقی رہا یہ دعویٰ کہ چونکہ

ہر مومن مقتول کا جرمانہ ایک دیت ہے اور دیت سے مراد سو اونٹ ہی ہوتے ہیں۔ اور چونکہ عورت بھی مومنین میں شامل ہے اس لیے عورت کے قتل خطا میں بھی سو اونٹ ہی دیت ہوگی ۔

تو یہ دعویٰ ہر دو لحاظ سے محلِ نظر ہے ۔

ایک اس لحاظ سے کہ مومنین میں عورت بھی داخل ہے یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ عورت

مؤمنین میں شامل ہے لیکن یہ صحیح نہیں کہ جہاں بھی مومن کا لفظ آجائے عورت شامل ہوتی ہے مثلاً
قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم میں عورت اس خطاب میں شامل نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لیے
علیحدہ حکم ہے قل للمومنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن۔ سورۃ النور۔ اسی طرح
یا ایھا النبی حرض المومنین علی القتال میں جہاد کی ترغیب و تحریض مردوں پر ہے نہ کہ عورتوں پر۔
اسی طرح لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر میں مؤمنین میں عورتوں کو مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔
اسی طرح یہ بات بھی صحیح نہیں کہ دیت کا لفظ جہاں بھی مستعمل ہو وہاں سو اونٹ ہی مراد ہوں گے
جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ جب دیت کا لفظ مضاف ہو تو اس کی مقدار اپنے مضاف الیہ (منسوب) کے
لحاظ سے ہوگی۔ (سنن النسائی ج ۲ ص ۲۰۸ میں ہے)

عن ابن عباس ان الدیات التی فی المائدۃ التی قالھا اللہ عزوجل فحکم بینھم اواعرض عنھم
الی المقسطین انما نزلت فی الدیۃ بین النضیر وبین قریظۃ وذلک ان قتلی النضیر کان لھم شرف یودون
الدیۃ الکاملۃ وان بنی قریظۃ کانوا یؤدون نصف الدیۃ فتحاکموا فی ذلک الی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم فانزل اللہ عزوجل ذلک فیھم فحملھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
علی الحق فی ذالک فجعل الدیۃ سواء (سنن النسائی ج ۲ ص ۲۰۸)

<u>حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سورہ مائدہ کی آیت دیت کے بارے میں نازل ہوئیں جو کہ</u>

---

[1] جب یہ معلوم ہو چکا کہ دیتوں کے بارے میں بنی نوع انسان کو تین گروپوں میں تقسیم کیا گیا ہے تاکہ ان کے فرق مراتب کو نظر میں رکھا جائے تو اب سورۃ بقرہ کی سب سے لمبی آیت (آیت بیع مسلم) اور سورۃ نساء کی آیت اعواریت میں غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی معاملاتی حیثیت نصف ہے۔ تو معلوم ہوا کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہوگی اور یہ بات غیر مسلموں کے ہاں بھی مسلّمہ ہے اسی وجہ سے تو اسے Half better کہتے ہیں۔

بنو قریظہ اور بنو نضیر کے درمیان پائی جاتی تھی۔ یہ اس لیے بنو نضیر کے مقتولین کو (بنو قریظہ کے مقتولین کے مقابلے میں) شرف حاصل تھا اس لیے ان کی دیت پوری ہوتی اور بنو قریظہ (کے مقتولین) کی دیت نصف ہوتی۔ اس بات کا جھگڑا انہوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت ان کے حق میں نازل فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حق (اور انصاف) کی بات پر مجبور کیا۔ اور دیت برابر کر دی گئی۔

پہلی سطر میں لفظ دیت کا استعمال مطلق ہے۔ جس کا معنی بنو نضیر کے لحاظ سے مکمل دیت ہے

اور مقتولین بنو قریظہ کے اعتبار سے آدھی دیت تھا۔ اور دونوں پر لفظ دیت کا ہی اطلاق ہوتا تھا۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضی فی المکاتب یودی بقدر ما ادی من مکاتبتہ دیۃ الحر وما بقی دیۃ العبد (سنن النسائی ج ٢ ص ٢١٥)۔

وعنہ ان مکاتبا قتل علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فامر ان یودی ما ادی دیۃ الحر وما لا دیۃ المملوک (سنن النسائی ج ٢ ص ٢١٥)

ایک مکاتب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں قتل ہوگیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فیصلہ فرمایا کہ اس کی دیت اس کی ادا شدہ قسطوں کے مطابق آزاد کی دیت کے مطابق ہوگی اور جو قسطیں رہ گئیں ان کے مطابق اس کی دیت مملوک اور غلام کی دیت ہوگی۔

اس حدیث میں لفظ دیت کو آزاد اور غلام سے باری باری منسوب فرمایا تو جہاں یہ ثبوت ملتا ہے کہ دونوں کی دیت دیت ہی کہلائے گی اور سو اونٹ مراد لینا ضروری نہیں اسی طرح یہ بھی ثابت ہوا کہ جس طرح اللہ تعالے نے سورۂ بقرہ میں تین گروہ آزاد، غلام اور عورت کے بنا دیئے اور ہم نے اس سے یہ استدلال کیا کہ مرد اور عورت کی دیت میں فرق ہے۔ وہاں الحمد للہ تعالیٰ یہ بھی ثابت ہوگیا کہ آزاد اور غلام کی دیت میں بھی فرق ہے اور اس سے ہمارے اس موقف کی مزید تائید ہوگی کہ گروپ بندی کا مقصد دیتوں میں فرق کا ذکر کرنا ہے کہ آزاد، غلام اور عورت کی دیت برابر نہیں ہے۔

عن نمران بن جاریۃ عن ابیہ ان رجلا ضرب رجلا علی ساعدہ بالسیف فقطعہا من غیر مفصل فاستعدی علیہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فامر لہ بالدیۃ فقال یا رسول اللہ انی ارید القصاص فقال خذ الدیۃ بارک اللہ لک فیہا ولم یقض لہ بالقصاص (سنن ابن ماجۃ ص ١٩٣)۔

ترجمہ۔ ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی کلائی پر تلوار مار دی جس سے اس کی کلائی کٹ گئی اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر اس پر دعویٰ کر دیا۔ آپ نے دیت کا حکم جاری فرمایا اس نے عرض کی یا رسول اللہ! میں قصاص چاہتا ہوں آپ نے فرمایا دیت لے لو اللہ تعالے تیرے لیے اس میں برکت ڈالے گا اور قصاص کا فیصلہ نہیں فرمایا۔

یہاں دیت کا لفظ مطلق استعمال ہوا ہے لیکن مراد آدھی یا پچاس اونٹ ہی ہیں کیونکہ ایک ہاتھ کی دیت پچاس اونٹ ہی ہیں۔

قال البخاری وقال مطرف عن الشعبی فی رجلین شہدا علی رجل انہ سرق فقطعہ علی ثم جاءا بآخر وقالا اخطانا فابطل شہادتہما واخذ بدیۃ الاول وقال لو علمت انکما تعمدتما

لقطعتکما (صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۰۰۸) و (سنن الدارقطنی ج ۳ ص ۱۸۲)

دو آدمیوں نے ایک شخص پر حضرت علیؓ کی عدالت میں چوری کا دعویٰ کر دیا۔ حضرت علیؓ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ پھر وہ کسی دوسرے شخص کو لے آئے اور کہنے لگے ہم سے غلطی ہوئی (اصل چور تو یہ ہے) حضرت علیؓ نے ان دونوں کی گواہی باطل قرار دے دی اور پہلے کی دیت لے لی اور فرمایا کہ اگر مجھے پتہ چلتا کہ تم نے عمداً یہ کام کیا ہے تو میں تمہارے دونوں کے ہاتھ کاٹ دیتا۔

تو یہاں بھی مطلق دیت کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن مراد نصف دیت یعنی پچاس اونٹ ہیں سو اونٹ مراد نہیں۔

ابن حزم کہتا ہے۔ ولیست لفظ العقل والدیۃ من الالفاظ التی لہا مقدار محدود فی اللغۃ او فی جنس محدود فی اللغۃ أو امد محدود فی اللغۃ فوجب الرجوع فی کل ذلک الی النص فطلبنا ذلک (المحلی لابن حزم ج ۱۰ ص ۳۸۸) (مسئلہ ۲۰۴۳)

عقل اور دیت ایسے الفاظ نہیں کہ لغت میں ان کی مقدار متعین ہو۔ یا لغت جنس محدود ہو یا مہلت محدود ہو۔ اس لیے نص پر رجوع کرنا ہر معاملہ میں واجب ہو گیا۔ جس کی ہم نے تلاش کی۔ واضح رہے کہ ابن حزم نے مراتب الاجماع میں لکھا ہے۔ واتفقوا . . . . . وان فی نفس الحرۃ المسلمۃ المقتولۃ منہم خمسین من الابل۔

اور ان کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ مسلمان آزاد عورت جو کہ قتل ہو جائے اسکی دیت پچاس اونٹ ہیں۔ (مراتب الاجماع لابن حزم ۱۶۲)

عن مکحول ان عبادۃ بن الصامت دعا نبطیا یمسك لہ دابۃ عند بیت المقدس فابی فضربہ فشجہ فاستعدی علیہ عمر بن الخطاب۔ فقال لہ ما دعاك الی ما صنعت بہذا فقال یا امیر المومنین امرتہ ان یمسك دابتی فابی وانا رجل فی حدۃ فضربتہ فقال اجلس للقصاص فقال زید بن ثابت اتقید عبدك بن اخیك فترك عمر القود وقضی علیہ بالدیۃ (للبیہقی)

ونحوہ ذکرہ مجاہد عند عبد الرزاق وابن جریر الا ان فیہ فجعل عمر دیتہ (منتخب کنز العمال من حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۱۳۴)

عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے ایک قبطی کو بلایا کہ وہ بیت المقدس کے پاس گھوڑا پکڑ رکھے اس نے انکار کر دیا اس پر انہوں نے تشدد کیا اور زخمی کر دیا اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے دعویٰ کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ نے ایسا کیوں کیا۔ انہوں نے جواباً